© rasailojaraid.com

ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی

مسلمان اور اقوامِ یورپ

آج مغرب کو اپنی ترقی و برتری پر بجا فخر ہے کہ دنیا کی ساری انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر اس ترقی کے حصول میں یورپ ٔ اسلام اور مسلمانوں کے اثرات کو بالکلیہ فراموش کر جاتا ہے۔ بعض مستشرقین کی پیہم جد و جہد رہی ہے کہ مسلمانوں کی نکبت و خواری کو اُلاپیں حالانکہ وہ ایک مدت تک اقوام مغرب کے استاد رہ چکے ہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ اگر عربوں اور اسلام کا وجود نہ ہوتا تو آج کا مغرب کچھ اور ہی روپ دھارتا۔ ماضی کی چند صدیوں میں مسلمانوں کی حالت کیا سے کیا ہوگئی آیئے ایک بار اس کا سرسری جائزہ لیں :

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را   تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

خشکی کے راستے مسلمان دو طرف سے سرزمین یورپ میں داخل ہوئے یعنی اندلس اور مشرقی یورپ کی جانب سے۔ اور بحری راستے سے ان کا داخلہ جزیرۂ صقلیہ کی طرف سے ہوا۔ ان کے غلبہ کی وجہ سے یونان، اٹلی، صقلیہ، فرانس اور اسپین اور بحر اسود کے سواحل صدیوں تک علمی انوار سے بقعۂ نور بنے رہے مسلمانوں نے ایک طرف تو بازنطینی حکومت کو ایشیائے کوچک اور مشرقی یورپ میں آہستہ آہستہ نیست و نابود کر دیا اور دوسری طرف فارسیوں کو زیر کرتے ہوئے مشرق میں کوہ ہمالہ کے دامن اور دیوار چین کے سائے تک پھیل گئے۔ اسلام کا اثر اسپین پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجودیکہ آخری مسلمان کو نکالے ہوئے تقریباً پانچ صدیاں گذر چکی ہیں پھر بھی اسلام کے اثرات اسپینی زندگی کے ہر خد و خال میں نمایاں ہیں۔ ویانا تک ترکوں کی یلغار کی شہادت آج بھی تھریس سے لے کر ویانا کے مضافات تک میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی موجودگی دیتی ہے۔ نویں صدی سے لے کر آئندہ کئی صدیوں تک بحیرۂ روم سارے عملی مقاصد میں مسلمانوں کی ملکیت بنا رہا۔ صنعتی انقلاب اور بحری تجارت کے فروغ نے جلد ہی مغربی یورپ کے افق سے ظلمت و تاریکی کے بادلوں کو تہ و بالا کر دیا اور یورپ کے دور عروج کا آغاز ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر اسلام کی پیش قدمی نے ایک طرف رومیوں کی مقدس مشرقی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اسپین کی گاتھ قوموں کی حکمرانی کو خاک میں ملا دیا تو دوسری طرف یہی اقدام مسیحی ممالک کے لیے رحمت و کامرانی کا باعث ثابت ہوا۔ مسلمانوں کو اگر اتنی زبردست کامیابیاں نہ ہوتیں تو عیسائیوں کے دماغوں میں مقدس جنگ کا سودا نہ سماتا، روم اور قسطنطنیہ کے دونوں چرچوں کو ایک کرنے کی تبلیغ پوپ ہرگز نہ کرتا، اور اس تبلیغ کی ناکامی کے بعد عیسائی پوپ کے مظالم سے تنگ آکر ہرگز یہ نعرہ نہ لگاتے کہ "ترکوں کی ماتحتی لاطینیوں کی ماتحتی سے بہتر تھی"۔ اور نہ "وہ ترکوں کی پگڑی کو پادری کی ٹوپی" پر ترجیح دیتے، اور نہ چودھویں صدی کے اوائل میں بلغاریوں اور سرویوں کی تاریخ یورپ کو بدلتی اور نہ ہی ان کی بڑھتی ہوئی قوت ترک مسلمانوں کو برباد کر سکتی۔ اگر ترکی توپیں رومیوں کی مقاومت ان کی کمین گاہوں میں صدیوں تک نہ کرتیں تو صدیوں پیشتر سارا یورپ رومیوں کے زیر نگیں ہو چکا ہوتا۔

یورپ پر اسلام کے ثقافتی اثرات کو شمار کرنا آسان نہیں کہ یہ ان گنت اور بے شمار ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے مختلف اقوام کی تہذیبوں اور مختلف ثقافتوں کو خلط ملط کر کے ایک ایسی ثقافت دنیا کے آگے پیش کی جس کی امتیازی شان اس کے اسلامی ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ یورپین ثقافت کی یہ کوئی خوبی نہیں کہ اس نے بہت سے اجزا اسلامی ثقافت سے لے کر اپنے اندر بجنسہٖ سمو لیا۔ اسلامی خصوصیت باقی رہتے ہوئے بھی یورپ اسلام کے احسانات کا اعتراف کرنے سے قاصر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یورپ کو اپنا کردار ادا کرنا تھا مگر وہ اجزا اور محرکات جن سے یورپ میں استعداد پیدا ہوئی بے شک و شبہ اسلام اور پیروان اسلام سے اختلاط کے نتیجے تھے۔

جیسا کہ بعض صداقت پسند یورپی محققوں کا بیان ہے:

"اسلام نے حقیقت ... رپی اقوام کی بربریت کو روشن ضمیری اور آج کی مغربی تہذیب و ثقافت سے بدل دیا۔ یورپین اقوام صحت و صفائی کا بالکل خیال نہیں کرتی تھیں۔ جسمانی گندگی کے ساتھ ذہنی کثافت بھی رکھتی تھیں۔ اندھیرے غاروں میں رہتی تھیں۔ یہ لوگ طرح طرح کے بیج، درختوں کی چھال اور پودوں کی جڑیں ابال کر کھاتے تھے۔ جانوروں کے پوستین، غیر دباغت شدہ کھالیں اپنے لباس کے لیے استعمال کرتے تھے۔ دنیا بھر کے افسانوں اور خرافات پر ایمان رکھتے تھے مگر جب جنوب مغرب سے اسلام کی روشنی پہنچی تو یہ بالکل بدل گئے۔"

مسلمانوں کے ہمہ گیر اثرات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"زراعت، کھیتی باڑی، معاشرتی رفاہ عام کے کام، اقتصادی اصول، فنون و آلاتِ جنگ، تفریحی زندگی کے طور طریقے سب کچھ انھوں نے مسلمانوں سے سیکھے۔ اسبابِ آرائش و زینت، فنِ عمارت سازی اور موسیقی جس کی اقوامِ مغرب میں آج دھوم ہے عربوں ہی کی رہینِ منت ہے۔" مؤرخ یہ اعتراف کرتا ہے کہ "پیروانِ اسلام اسپین میں ایشیا کی ساری لطافتیں اور عیش و عشرت کے سامان لائے، اور کوئی قوم زیب و زینت، تفریحی باغوں کی آرائش میں اندلسی عرب سے کبھی آگے بڑھ نہیں سکتی۔"[1] (ڈریپر)

مغربی زبانوں میں آج بھی عربی الفاظ اس طرح موجود ہیں کہ ان کی عربیت صاف طور پر نمایاں ہے:
امیر البحر سے ایڈمیرل، امیر الامرا کے لیے Ammiratus، Ammiratorum، عربی حروف سے تزئین کے لیے لفظ عرابسک وغیرہ تنہا درجنوں موجود ہیں۔

یونانی علوم، اسلامی علوم اور خصوصاً اسلامی فقہ کی تعلیم یہودی اور عیسائی، اندلس، نیپلس اور صقلیہ میں حاصل کرتے تھے۔ بارھویں صدی مسیحی تک ان علوم کے سارے ذخیرے لاطینی میں منتقل کیے جا چکے تھے۔ علم نجوم، حساب، الجبرا، فلسفہ، طب و تشریح، تاریخ و جغرافیہ جیسے علوم کے علاوہ کاغذ سازی، بارود، توپ و تفنگ کی صنعتیں، بحری سفر کے آلات وغیرہ سب سے مسلمان یورپ کو روشناس کر چکے تھے۔

انگریزوں اور دوسری یورپین اقوام سے پیشتر عربی بولنے والے قدیم قبائل کی جنوبی امریکہ کے دشوار گذار علاقوں میں موجودگی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ امریکہ کی دریافت میں کس کو اولیت حاصل رہی ہے؟

ذہنی اور دینی علوم کی نشر و اشاعت سے دنیائے مسیحی میں ہل چل پڑ گئی، لوگ مسیحی تعلیم سے برگشتہ ہونے لگے، مسیحیت کے خلاف الحاد و زندقہ کا سیلاب امنڈ آیا۔ پوپ کی قدامت کو گھن لگ گیا۔ مسیحی حکومتیں جو دینی قیادت کے آگے دم نہیں مار سکتی تھیں، آزادی و حریت کا سانس لینے لگیں۔ آسمان و زمین کے نظریے بدلنے لگے۔ صنعت و حرفت کا دور آیا۔ تجربی علوم کے ذریعہ طرح طرح کے آلات ایجاد ہوئے۔ کوئلے سے بھاپ اور برقی طاقتوں سے صنعت و حرفت کو چار چاند لگ گئے۔ طرح طرح کے معاشرتی اور سیاسی مسائل رونما ہوئے۔ انقلاب فرانس نے اقوام یورپ میں ایک نئی روح پھونک دی، اور یورپ میں علمی اور ذہنی انقلاب کا دور آیا۔

---

[1] Intellectual Development of Europe II, p. 26

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲)

اٹھارھویں صدی میں مسلمانوں کا زوال مشرق و مغرب میں نمایاں ہوتا چلا گیا۔ یورپ جو ترکوں کے دبدبہ سے تھراتا تھا، ترکوں کے استیصال کے منصوبے بنانے لگا۔ ترکی مقبوضات سرزمین یورپ میں ایک ایک کر کے آزاد ہونے لگے۔ بلغاریہ، سرویا، آسٹریا، ہنگری، یونان سب سر اٹھانے لگے، اور ترکوں کا اثر سرزمین یورپ میں تھریس کے آس پاس تک محدود رہ گیا۔

جزیرہ برطانیہ، برطانوی اولوالعزموں کے لیے بہت تنگ ثابت ہونے لگا، انگریز چودھویں صدی تک لگاتار محنت کرتے رہے کہ برعظیم پاک و ہند تک ان کی رسائی ہو جائے، جس کو وہ سونے کی سرزمین سمجھتے تھے۔ فرانسیسی، ولندیزی اور پرتگالی جہازراں بھی جزائر انڈونیشیا اور برّاعظم ایشیا کے ساحلوں پر اپنا اقتدار جمانے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے برعظیم پاک و ہند پر انگریزی اقتدار قائم ہو گیا۔ پہلی عالمگیر جنگ کے اختتام پر انگریزوں نے مشرق اوسط میں عراق، فلسطین اور مصر کی تولیت بھی حاصل کر لی۔ فرانسیسیوں کا اقتدار شام، لبنان اور الجیریا اور اقصائے مغرب پر مضبوط ہو گیا۔ ترکی کی وسیع اسلامی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اقوام یورپ نے حصے بخرے کر لیے۔ برطانیہ اور امریکہ نے مل کر لیگ آف نیشنز کا نام نہاد بین الاقوامی تماشہ کھڑا کیا، اور جرمنوں اور روسیوں کی پالیسی نے جلد ہی اس تماشے کو درہم برہم کر دیا۔

یہ تو سیاسی اقتدار کی کہانی کی طرف اشارہ تھا، ہمارے پیش نظر مشرقی اقوام پر مغربی اقوام کے اثرات کا جائزہ لینا ہے۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے اقتدار نے مشرقی اقوام کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا۔ افریقی قبائل کی طرف وہ زیادہ سے زیادہ مائل ہونے لگے۔ مسیحی مبلغین نے سبز باغ دکھا کر اپنے مذہب و ثقافت کا ان کو شیدا بنا لیا۔ ترکوں میں سب سے زیادہ یہ خیال جاگزیں کیا جانے لگا کہ ان کے دین و ثقافت فرسودہ ہو چکے ہیں اور مرور زمانہ سے ایسے کھوکھلے ہو گئے ہیں کہ ان کی نشأۃ ثانیہ کی کوئی امید نہیں۔ چنانچہ خلافت کی بساط کو یہ کہہ کر لپیٹ دیا گیا کہ اب ترکوں کے پاس حرمین شریف نہیں رہے اور آل ہاشم کی بغاوت کی بدولت عرب جب انگریزوں کے ذلہ ربا ہو گئے تو ایشیائے کوچک کے نام نہاد استامبولی خلیفہ کی ظاہری نمائش سے کیا حاصل؟ عربوں کی بغاوت کی وجہ سے ترکی حکومت لب گور ہو چکی تھی اور سارے ایشیائی و افریقی علاقے ان کے اقتدار سے نکل چکے تھے۔ وہ تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقدیرِ الٰہی سے ترکوں کی شکست خوردہ قوم یونانیوں کے خلاف مرنے مارنے کو تیار ہو گئی تو حملہ آوروں سے ملک کو پاک کر دیا گیا، اور انگریزوں اور دوسری یورپین اقوام کے منصوبے خاک میں مل گئے، اور یورپ کا یہ مردِ بیمار صحت و تندرستی کے آثار دکھانے لگا۔

اتاترک مصطفےٰ کمال کے نظریہ کی کامیابی کے لیے سید جمال الدین افغانی کی کوششوں نے پہلے ہی میدان ہموار کر دیا تھا، اور اولوالعزم نوجوانوں کے دماغ میں یہ خیال جاگزیں ہو چکا تھا کہ یورپ کا مقابلہ خود یورپ کے ہتھکنڈوں سے کرنا ہے، اور مسلمانوں کے احیا کا یہی ایک طریقہ ہے۔ جنگِ عظیم کے زخم عربوں کی بغاوت سے گہرے پڑ چکے تھے اور ابھی مندمل نہ ہونے پائے تھے کہ مصطفےٰ کمال کے ترقی پسندانہ عزائم ظہور پذیر ہوئے۔ ان کی ان تھک محنت و جانفشانی نے قوم کو موت کے منہ سے بچا لیا تھا اور یونانیوں کے مقابلے میں اپنی محیر العقول قیادت سے شکست خوردہ قوم کو فاتح بنانے کا سہرا اپنے سر باندھ چکے تھے اس لیے ساری قوم کمال کے منصوبوں کو اپنانے لگی اور انھوں نے عربی حروف تک کو ملک بدر کر کے لاطینی رسم خط کو قبول کر لیا۔ جذبات نے قائدین قوم کو یہ سوچنے کا موقع نہ دیا کہ رسم خط کی تبدیلی سے آئندہ نسلیں اپنی روایات سے بے گانہ ہو کر صرف دین ہی سے نہیں بلکہ تاریخی دنیا سے بھی اپنا رشتہ منقطع کر لیں گی، آج چالیس پچاس ہی برس کے اندر ہم ان کا حشر دیکھ رہے ہیں کہ ترکی ادب، ادیب اور دانش مند خود اپنے ہی ادبی سرمایہ سے بالکل بے گانہ ہو کر لادینی جذبات کے حامل بن گئے۔ ثقافت میں یورپین بننا اور مذہب میں برائے نام مسلمان کہلانے سے بھی درگذر کرنا ان کا شیوہ ہو گیا تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ دینی روح ان میں پھر سے کروٹ لینے لگی ہے اور اسلامی روایات کی ادائیگی میں اب ترکی مرد و عورت دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے پیچھے نہیں۔ استانبول کی مساجد میں ترک مرد و خواتین الگ الگ صفوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت الٰہی میں باجماعت مشغول ہوتے ہیں۔ لائبریریوں میں گو عربی رسم الخط جاننے والے کم ہوتے ہیں تاہم عربی علوم اور قدیم ترکی کے مطالعے اور تحقیق میں کچھ ترک بھی نظر آتے ہیں۔ اسلامی علوم کی تعلیم اور امامت کے فرائض انجام دینے کے لیے الگ ادارے قائم ہیں جہاں تفسیر، فقہ و حدیث اور تاریخ و تمدن اسلام کی تعلیم ہوتی ہے۔ جامعۂ استانبول میں ترکی زبان میں سارے جدید مضامین کے ساتھ عربی اور علوم اسلامیہ کے شعبول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں تحقیق و مطالعے کا انتظام بھی ہے۔ استانبول کی مختلف لائبریریوں میں تقریباً تین لاکھ مخطوطات اور نوادرات محفوظ ہیں اور دوسرے شہروں میں بھی اسی قدر مخطوطے حکومت کے زیر نگرانی محفوظ کر لیے گئے ہیں۔

ترکوں کی یہی اسلامی روح علاقائی تعاون کی تنظیم کے ذریعہ ہم پاکستانیوں سے قریب سے قریب تر ہونے میں کارفرما ہے۔ امید ہے کہ یہ روابط روز افزوں اور پائدار ثابت ہوں گے کہ اسلام کے پیروانوں کی حیات اس میں مضمر ہے کہ آپس میں شیر و شکر ہو کر ایک دوسرے کے دست و بازو بنیں۔ کیونکہ غیر مسلم اقوام عالم کے مقابل میں ہم اپنے اپنے علمی تجربات سے استفادہ کیے بغیر سبقت نہیں لے جا سکتے اور نہ اپنی زندگی قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں انگریزوں کے قدم جم گئے اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو اپنا سیاسی اقتدار کھونے کا بڑا صدمہ تھا۔ اس صدمے نے دانش مندوں کو عصبیت کے جذبات میں دیر تک غلطان و پیچان رکھا۔ ہمسایہ قومیں تو انگریزی علوم و زبان کی طرف متوجہ تھیں مگر مسلمان انگریزی سیکھنے کو کفر و الحاد کے مرادف سمجھتے تھے، علما نے اس کی حرمت کے فتوے دیے۔ پنجاب میں سکھوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے انگریزی راج کو اپنا ہمدرد نہ پا کر مسلمانوں نے ہندوستان کو بجا طور پر دارالحرب قرار دیا، اور علم جہاد بلند کر کے اپنی زندگی کا ثبوت دیا۔ ۱۸۵۷ء میں آزادی کی آخری جد و جہد کی ناکامی کے بعد امن و امان قائم ہونے پر مسلمانوں کو انگریزی زبان اور علوم جدیدہ کی اہمیت کا احساس ہوا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ اب ایمان و زندگی دونوں کے تحفظ کے لیے ضرورت ہے کہ اپنے علوم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ انگریزی علوم کو حاصل کیا جائے۔ اسی ولولے کے ماتحت قوم نے سر سید احمد مرحوم کو علی گڑھ کے مسلم کالج کی تعمیر میں زیادہ سے زیادہ تندہی کے ساتھ مدد بہم پہنچائی۔ یہی کالج بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ دنیوی تفوق حاصل کرنے میں اس میں شبہ نہیں کہ یہ ادارہ مسلمانوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوا۔ مگر دینی تحفظ کے لیے باوجود بانی کی انتہائی کوششوں کے خود سر سید کے مطلوبہ معیار پر نہ اترا۔ اس لیے علما نے اپنے ذوق و معیار کے مطابق ایک دوسرے ادارے کی بنیاد رکھی جو علی گڑھ اور دیوبند کی درسگاہوں کے درمیان حد اوسط بننے کا فریضہ ادا کرتا رہا اور ندوۃ العلما کے نام سے مشہور ہوا۔

مسلمانوں کی دلجوئی کی خاطر انگریزوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے اوقاف کی رقم سے اسلامی علوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی سرپرستی کا مظاہرہ کیا اور کلکتہ میں مدرسہ عالیہ کی بنا ڈالی جس کے نصاب میں تفسیر و حدیث کم مگر فقہ، کلام، اصول، منطق، حکمت اور ادب کی خاص رعایت رکھی گئی۔ بعد میں حدیث، تفسیر، فقہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے درجہ تخصص کا کورس شامل کیا گیا، اور فخر المحدثین، ممتاز المحدثین، ممتاز الفقہا کی سندوں سے کامیاب طلبا نوازے گئے۔ بنگال کے علاوہ دوسرے صوبوں میں بھی اور خصوصاً دہلی اور الہ آباد میں علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت جاری رہی۔

وسط ایشیا اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے برخلاف ہندوستانی مسلمانوں نے برطانوی حکومت پر زور دیا کہ عائلی قوانین اور قانونِ وراثت و اوقاف میں اسلامی قوانین کا اتباع کیا جائے اور ان اسلامی قوانین کو ملک کے عام قانون میں مسلمانوں کے لیے شامل کیا جائے۔ چنانچہ جب کہ دوسرے ممالک اسلامیہ میں اسلامی قوانین کو پس پشت ڈال کر سوئس لاز اور بعض فرنچ لاز پر عملدرآمد ہوا تو ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے انگریزی قوانین کے رائج ہوتے ہوئے بھی شخصی، خاندانی اور وراثت کے معاملات میں اسلامی قوانین ہی کے مطابق فیصلے صادر ہوتے رہے۔

سولھویں سترھویں صدی سے جب انگریزوں کی نظر اسلامی ممالک پر پڑنے لگی تو زبان عربی اور اسلامی علوم کی طرف ان کی توجہ روزافزوں ترقی پذیر رہی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں Pecock اور Lawsa کی صدارت میں عربی کا شعبہ پھلنے پھولنے لگا۔ انگریزوں نے عربی زبان سیکھنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عربی بولنے کی مشق کے لیے وہ شام اور لبنان کا سفر کرتے رہے اور مسلمانوں کے زوال کے زمانے میں انھوں نے عربی کے قیمتی خزانے، مخطوطات جمع کر کے آکسفورڈ اور لندن میں برٹش میوزیم کو مالا مال کر دیا۔

ہندوستان میں اپنے کاموں کی مناسبت سے انگریزوں نے نظام تعلیم میں ایسی ترمیم کی کہ ان کے دفتروں میں کام کرنے کے لائق ملکی افراد ان کو میسر ہو جائیں۔ ہندوستان کی یونیورسٹیاں اسی پالیسی کے نتیجہ پر بڑی تعداد میں اپنے کامیاب طلبا کو ڈگریاں دیتی رہیں۔ یہ لادینی تعلیم ان کا ساتھ زیادہ دنوں تک نہ دے سکی۔ حکومت کے محکموں میں بھی ان کی طلب کم ہو گئی اور تعلیم یافتوں کی بے روزگاری بڑھنے لگی۔ اس تعلیم کا ملک کے افراد پر یہ اثر پڑا کہ بے دینی کی طرف رجحان زیادہ سے زیادہ ہونے لگا۔

یونیورسٹیوں میں انگریزی زبان ذریعہ تعلیم ہو گئی، عربی اور اسلامیات بھی زبان انگریزی کے زیر نگین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گئے۔ تحقیق و تخصیص کے لیے لوگ آکسفورڈ، کیمبرج، لنڈن، اور ریاست ہائے متحدہ کے بعض شہروں میں تاریخ و تہذیب اسلام کے عیسائی اور یہودی اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے لگے۔ سیاسی اور اقتصادی اقتدار نے مغربی آقاؤں کو زندگی کے ہر شعبے میں قائد و امام بنا دیا۔ تعلیم و تہذیب، اخلاق و کردار کے معیار کے لیے مغرب کی طرف نظریں اٹھنے لگیں، یورپین مستشرقین نے اپنی اپنی زبانوں کو اسلامی آداب و علوم کی تشریح و تبصرے لکھ لکھ کر مالا مال کر دیا۔ جرمن، فرنچ، لاطینی، ڈچ، اسپینی اور انگریزی زبانوں میں اسلامی علوم پر بے انتہا تالیفات و رسائل شائع ہونے لگے۔ یہ تالیفات و مقالات ان کے اپنے اپنے ممالک کے ان افراد کے لیے مشعلِ راہ کا کام دے رہے ہیں جو شرق اوسط اور اس کے باشندوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔

یورپین اقوام کے بعض دانش مندوں کی توجہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کی طرف اس لیے بھی پیدا ہوئی کہ ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ ان کے یہاں ظلمت و تاریکی کی تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے ان صدیوں کی تاریخ چھوڑ کر ساتویں آٹھویں صدی مسیحی کے بعد ناگہانی طور پر پندرھویں سولھویں صدی کی تاریخ سے بحث کرنے لگتے ہیں۔ عام طلبا تو اس مسئلہ پر توجہ نہیں کرتے، مگر غور و فکر کرنے والے طلبا اس کرید میں لگ جاتے ہیں کہ آخر یکایک یہ سارا یونانی ذخیرہ اور علمی تجربات و معلومات کیونکر سات آٹھ صدیوں کے بعد فوری طور پر اس قدر ترقی پذیر ہو گئے؟ غرض اس طرح ان کو فطری طور پر مسلمانوں کی تاریخ و ثقافت کا مطالعہ کرنا پڑا، اور مسلمان سائنسدان اور اطبا و حکما کی تصنیفات سے تعلق پیدا کرنا پڑا۔

جرمن اور فرانسیسی سائنسدانوں کی توجہ سب سے پہلے اہل اسلام کے کارناموں کی طرف ہوئی اس لیے جرمنی و فرانس کے دانش مند دوسری اقوام پر گوئے سبقت لے گئے۔ مسلمانوں کے تجربی علوم کے مطالعے سے متاثر ہونے پر مستشرقین کو اپنے دینی عقائد و رسوم کو جو مضحکہ خیز معلوم ہونے لگے معقول طریقے سے بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔ اپنی بعض دینی تعلیمات کے تحفظ کے لیے انھوں نے علوم اسلامیہ پر اس طرح تبصرہ کرنا شروع کیا کہ ان کی معقولیت میں شک و شبہ پیدا ہو، تاکہ غیر مسلم نوجوان طلبا میں اسلام کی خوبیوں کا اثر نہ ہونے پائے۔ گولڈزیہر، نولڈیکے، ہورگرونیے وغیرہ نے قرآنی نصوص کو غیر مربوط، مضامین کے لحاظ سے غیر منظم اور مکررات سے پُر قرار دیا۔ حدیثوں کو غیر معتبر اور وضع و انتساب کا نتیجہ قرار دیا۔ اسپرنگر ولیم میور، مارگولیتھ، برگستر لیسر وغیرہ نے سیرت رسول پر کتابیں لکھیں جن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شق صدر، وحی، معراج وغیرہ کی عقلی توجیہہ پیش کی اور قرآنی آیات کو یہود و نصاریٰ اور صابئین سے اخذ کیے ہوئے معلومات کا مجموعہ قرار دیا۔ ہالینڈ کی حکومت نے یورپین مستشرقین کے لکھے ہوئے مقالات کا مجموعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ـــــ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں شائع کیا جس میں بعض غیر اہم تاریخی موضوعات وسوانح حیات کے سوا سارے فقہی، دینی اور عقائد سے تعلق رکھنے والے مضامین عیسائی اور یہودی مستشرقین کے لکھے ہوئے ہیں۔ پروفیسر گب کی سرکردگی میں حال ہی میں اس انسائیکلو پیڈیا کی تلخیص ایک جلد میں شائع کی گئی۔ جس میں صرف دینی تعلیمات اسلام اور مختلف اسلامی فرقوں پر مقالات شامل کیے گئے ہیں جو اکثر وبیشتر غیر مسلم مستشرقین کے تحریر کردہ ہیں اور جن میں سابق انسائیکلو پیڈیا کے متعلقہ مقالات تصحیح وترمیم کے بعد شائع کیے گئے ہیں۔

برصغیر پاک وہند، عرب ممالک اور شمالی افریقہ میں انگریزوں اور یورپی اقوام کا سیاسی اقتدار کم ہو جانے کے بعد امریکہ ویورپ نے اپنے اقتصادی تفوق کی بنا پر اپنے مدت کے تیار کردہ علمی جال کے پھیلانے کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا اور اقتصادی وثقافتی امداد کے بہانے مختلف چھوٹے بڑے شہروں میں برٹش کونسل اور یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ انفارمیشن سروس کے نام سے عام طلبہ اور عوام کے لیے لائبریری اور ثقافتی ادارے قائم کرکے اپنی تالیفات اور تحقیقات کو اسلامی ممالک میں خاص طور پر مقبول خاص وعام بنانے لگے۔ نصاب کی کتابیں فراہم کرکے طلبا کو اپنا گرویدہ بنایا، تعلیمی وظائف دے کر انگلینڈ اور امریکہ میں ان کی تعلیمات کی سہولتیں بہم پہنچائیں، اور اس طرح ذہنی تسخیر کے عمل میں کامیابی حاصل کی۔

آج بحر الکاہل اور اطلانتک کے درمیان نہایت وسیع خطے میں ایشیا وافریقہ کے اکثر ملکوں میں، سوائے سرزمین چین اور روسی علاقوں کے، امریکی ویورپی اقتصادی وترقیاتی امداد کا جال بچھا ہوا ہے۔ گو ان ممالک کی حکومتوں کے اندرونی معاملات میں امریکہ وبرطانیہ بظاہر کچھ دخل نہیں دیتے، مگر اپنی امداد کے ذریعہ ان ممالک کی طاقتوں کے درمیان توازن قائم رکھنے پر پوری طرح قادر ہیں، اور آج جس ملک کی طاقت کو گھٹانا چاہتے ہیں اس کی امداد میں کمی کرکے اس ملک کی امیدوں پر پانی پھیر دیتے ہیں اور اس ملک کو سخت ہراساں وپریشان بنا دیتے ہیں اور جس ملک کو چاہتے ہیں اپنی امداد سے بڑھا دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثقافتی، دینی اور سیاسی امور میں دیوالیہ ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو عموماً اور عربوں کو خصوصاً اپنے ملی اور قومی تحفظ کی خاطر یہ لازم ہے کہ جلد سے جلد اپنے ہوش و حواس کو درست کریں، اور مغربی ثقافت سے گلو خلاصی حاصل کر کے اپنی سیاسی طاقت بڑھانے کی کوشش کریں۔ بیسویں صدی کے آغاز سے مسلمان مفکرین اہلِ اسلام کے زوال کے اسباب پر خامہ فرسائی کر رہے ہیں، مگر صرف قلمی نوحہ خوانی سے قوم و ملک کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ زبانی تعلّی و لفاظی قوموں کی تقدیریں نہیں بنا سکتی۔ قومی اور ملی تحفظ کے لیے تو کردار و اخلاق درست کرنے کی اولین ضرورت ہے۔ مغربی ثقافت کی تقلید اور غیر ملکی امداد کے وسیلے سے ایک قوم ترقی تو کر سکتی ہے مگر اس کی ترقی درحقیقت مغربی ثقافت و امداد کی ترقی سمجھی جائے گی، خود اس قوم کی ترقی ہرگز و ہر آئینہ کبھی نہیں سمجھی جا سکتی۔

چند معاشی مسائل اور اسلام

از سید یعقوب شاہ

اس کتاب کے مصنف مالیات کے بھی ماہر ہیں اور دینی علوم سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ اپنی اس تصنیف میں انھوں نے ربٰو، زکوٰۃ اور بیمہ جیسے زندہ اور اہم معاشی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے اور کتاب و سنت، تاریخ، عمرانیات اور اقتصادیات کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد اپنے نتائج فکر شستہ اور سلیس انداز میں قلم بند کیے ہیں۔

قیمت عام ایڈیشن ۵ روپے عمدہ ایڈیشن ۶٫۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com